حضرت شیخ اکبر محی الدین بن عربیؒ

اور

ہندوستان

(از جناب خلیق احمد صاحب نظامی ایم۔ اے ال ال بی لکچرار شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی)

حضرت شیخ محی الدین بن عربیؒ کو صوفیاء اسلام کی تاریخ میں خاص شہرت اور عظمت حاصل ہے۔ اُن کے افکار و نظریات سے مسلمانوں کے بہترین دماغ متاثر ہوئے ہیں تشنگان معرفت نے اُن کی کتابوں کو آنکھوں سے لگایا ہے اور اُس میں معرفت الٰہی کی راہیں تلاش کی ہیں۔ یہ سچ ہے کہ بعض مشاہیر اسلام نے اُن کے نظریات کی تردید بھی نہایت شد و مد کے ساتھ کی ہے اور بعض نے تو اُن کی تصانیف کو جلایا بھی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ عمل کس عظیم الشان کتاب کے ساتھ نہیں کیا گیا؟ ——— تاریخ عالم شاہد ہے کہ انسانی ذہنیت نے ندرتِ فکر و عمل کی ہر کوشش کا استقبال طعن و تشنیع سے کیا ہے۔

اس مضمون میں میرا مقصد شیخ اکبرؒ کے عقاید یا فلسفہ پر بحث کرنا نہیں۔ بلکہ صرف یہ تحقیق کرنا ہے کہ شیخؒ کی تصانیف ہندوستان میں کب اور کس طرح پہنچیں؟ یہاں اُن پر کتنے حاشیے اور شرحیں لکھی گئیں؟ شیخ کے نظریۂ فکر سے کون کون لوگ متاثر ہوئے؟ پھر شیخ اکبرؒ کے ان نظریات کے خلاف کس کس نے احتجاج کیا؟ اس سلسلہ میں کچھ عرض کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ شیخ اکبر کا اجمالی تعارف کرادیا جائے۔

شیخ اکبرؒ کے حالات — ۵۶۰ھ مطابق ۱۱۶۴ء کو شیخ اکبر محی الدین بن عربیؒ اسپین کے مشہور شہر مرسیہ میں پیدا ہوئے۔

زندگی گفت کہ در خاک تپیدم ہمہ عمر تا ازیں گنبدِ دیرینہ درے پیدا شد

یہ زمانہ وہ تھا جب اسپین اپنے عروج و شباب کا دور ختم کر چکا تھا۔ ہر طرف ابتری اور طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی۔ شیخ اکبرؒ کا خاندان مذہبی تقدس کی وجہ سے مشہور تھا۔ اُن کے والد ماجد علی بن العربیؒ اور دوسرے چچا صوفی مشرب اور پاکیزہ خصلت کے بزرگ تھے۔ مرسیہ میں لوگ اُن کی بڑی عزت اور احترام کرتے تھے۔ شیخ اکبرؒ ۸ سال کی عمر میں مرسیہ سے لسبن آگئے اور وہاں شیخ ابو بکرؒ سے قرآن، حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد اشبیلیہ چلے گئے۔ اور وہاں مشاہیر صوفیاء کی صحبت سے مستفیض ہوتے۔ اشبیلیہ سے شیخ اکبرؒ کو کچھ ایسی دلچسپی ہوگئی کہ اُسی کو اپنا مستقر بنا لیا۔ لیکن ناساعد حالات نے وہاں زیادہ قیام کا موقع نہ دیا۔ اسپین کے ہر گوشہ میں شیخ اکبرؒ پہنچے اور وہاں کے حالات کا بغور مطالعہ کیا۔ قرطبہ میں ابن رشد سے ملاقات ہوئی۔ ۵۹۸ھ؁ ۱۲۰۱ء میں شیخ اکبرؒ نے مغرب کو خیرباد کہا اور مشرق کی راہ لی۔ مصر، حجاز، بغداد، ایشیائے کوچک ہر ہر جگہ گئے لیکن اُن کے نظریات میں کچھ ایسی ندرت اور سختی تھی کہ کسی جگہ لوگوں نے اُن کو چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ عمر کا بیشتر حصہ اسی مسافرانہ حالت میں گذرا یہاں تک کہ ۶۳۸ھ؁ ۱۲۴۰ء میں جان، جان آفریں کے سپرد کردی۔ پروفیسر محمد حبیب نے لکھا ہے:-

"اُن کی زندگی ایک طویل سفر تھی جنوبی اسپین سے شمالی افریقہ کے کنارے کنارے مکہ تک۔ مکہ سے ترکی اناطولیہ میں قونیہ تک۔ اور پھر وہاں سے واپس دمشق تک۔ دمشق ان کی آخری منزل تھی جہاں وہ مدفون ہیں"[۱]۔

شیخ اکبرؒ کے مخالفین نے اُن کی تصویر کچھ ایسے رنگوں میں کھینچی ہے[۲] کہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ شیخ پر ہمیشہ سکر کا عالم طاری رہتا تھا۔ دنیا و مافیہا سے وہ کوئی تعلق نہ رکھتے تھے۔ شریعت و سنت سے بے اعتنائی اُن کا شعار تھا۔ یہ خیال انتہائی غلط اور گمراہ کن ہے۔ شیخ اکبرؒ کا مرتبہ بہ حیثیت ایک

۱؎ Muslim Mysticism by Professor M. Habib یہ اُن لیکچروں کا مجموعہ ہے جو پروفیسر محمد حبیب نے تصوفِ اسلام پر شانتی نکیتن میں دئے تھے۔ ۲؎ ہندوستان کی ایک مشہور مذہبی (بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

عالم حدیث کے بہت بلند ہے۔ انھوں نے ملت کی شیرازہ بندی اور احیاء دین کے لئے جو عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں وہ اسلامی تاریخ میں آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں[۱] مسلمانوں کی پریشاں حالی کو دیکھ کر جس کا یہ حال ہوگیا ہو سے

کتبتُ کتابی والدموع تسیل | وما لی الی ما ارتضیه سبیل
میں اپنا خط لکھ رہا ہوں اور آنسو بہہ رہے ہیں | اور میرے بس میں نہیں کہ اُن کو راضی کروں
ارید اری دین النبی مُحمّدٍ | یقام ودین المبطلین یزدل[۲]
چاہتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو دیکھوں | کہ وہ بلند کیا جائے اور جھوٹوں کا دین مٹ جائے

اس کے قلب و جگر کے اضطراب کا اندازہ کون کرسکتا ہے! شیخ اکبرؒ کے متعلق امام ذہبی کا یہ قول یاد رکھنے کا ہے سے

"انّه کان عالماً بالاثار والسنن قوی المشارکة فی العلوم وقولی فیه انه یجوز ان یکون من اولیاء اللہ الذین | وہ آثار واحادیث کے عالم تھے اور علوم میں انھیں محکم دستگاہ حاصل تھی میرا قول اُن کی نسبت یہ ہے کہ کچھ عجب نہیں کہ وہ ان اولیاء اللہ میں سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) درس گاہ کے فارغ التحصیل نے اُن کا ذکر جن الفاظ میں کیا ہے وہ ملاحظہ ہوں ——

"اس عقیدہ کا پرجوش علمبردار ابن العربی اندلس کا رہنے والا تھا۔ اس لئے قرین قیاس ہے کہ وہ افلاطونی فلسفہ سے متاثر ہوا ہو۔" الفرقان۔ شاہ ولی اللہ نمبر ص ۳۵

نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمٰن خاں صاحب شیروانی کو ایک انگریزی داں طالب علم سے شکایت تھی کہ اُردو میں لکھتے ہیں "امام غزالی کہتا ہے" (تقریظ فتوح السلاطین) یہاں ایک مشرقی علوم کی درسگاہ کے فاضل کا اخلاق ملاحظہ ہو!

کسی شخص کے نظریات سے اختلاف کرنے کا حق ہر ایک کو حاصل ہے لیکن مشاہیر اسلام کے متعلق اس طرح گفتگو کرنا علمی محفل کے آداب سے نابلد ہونے کا ثبوت دینا ہے۔

[۱] یہاں اس کی تفصیل کا موقع نہیں۔ انشاء اللہ آیندہ اس کی وضاحت کرونگا۔

[۲] فتوحات مکیہ۔ (مطبوعہ مصر) ج ۴ ص ۶۹۲۔

اجذبھم الحق الی جنابہ عند الموت — ہوں جن کو جاذبۂ الٰہی اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور
ختموا بالحسنیٰ[۱] — اُن کا خاتمہ بخیر ہوتا ہے۔"

شیخ کی تصانیف | شیخ اکبرؒ کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ انھوں نے اپنی تصانیف کا ایک بیش بہا ذخیرہ چھوڑا تھا۔ مولانا جامی نے اُن کی تصانیف کی تعداد ۵۰۰ بتائی ہے[۲]۔ برکلمان نے اُن کی ڈیڑھ سو اسی تصانیف کی فہرست دی ہے جو اب بھی دستیاب ہیں[۳]۔ شیخ کی ان سب کتابوں میں فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ شیخ کے نظریات اور عقائد کا نچوڑ ان ہی کتابوں میں ملتا ہے۔

شیخ اکبرؒ کے فلسفہ کا مرکزی نقطہ وحدت الوجود ہے۔ مختصراً اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا کے سوا کائنات میں کوئی چیز موجود ہی نہیں۔ یا یہ کہ جو کچھ وجود ہے سب خدا ہی ہے۔ اہلِ ظاہر کے نزدیک خدا سارا کائنات سے بالکل الگ ایک جداگانہ ذات ہے۔ صوفیاء کے نزدیک خدا سارا کائنات سے الگ نہیں ہے۔

با وحدتِ حق ز کثرتِ خلق چہ باک — صد جائے اگر گرہ زنی رشتہ یکیست

دھاگے میں جو گرہیں لگا دی جاتی ہیں، اُن کا وجود اگرچہ دھاگے سے متمائز نظر آتا ہے لیکن فی الواقع دھاگے کے سوا گرہ کوئی زائد چیز نہیں۔ صرف صورت بدل گئی ہے[۴]۔

---

[۱] میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۲۳ [۲] نفحات الانس۔

[۳] Muhyi-d-Din Ibn ul Arabi by Affifi, p. XVII

[۴] جناب محترم مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی، "مولانا عبید اللہ سندھی اور اُن کے ناقد" میں لکھتے ہیں: مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ نے اس حقیقت کو ایک نہایت دل پسند مثال سے اس طرح سمجھایا ہے کہ آپ ایک شمع لیجئے اور اس کے چاروں طرف مختلف رنگوں کے شیشے لگا دیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ ہر شیشہ سے اس کے رنگ کے مطابق ہی رنگین روشنی منعکس ہو رہی ہے، لیکن کیا یہ روشنی شیشہ کی ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ دراصل وہی ایک شمع کی روشنی ہے جو مختلف رنگ کے شیشوں سے منعکس ہو ہو کر باہر نمودار ہو رہی ہے۔" ص ۹۰

شیخ اکبرؒ کی تصنیفات ہندوستان میں | شیخ اکبرؒ کی تصنیفات ہندوستان میں کب اور کس ذریعہ سے پہنچیں؟ اس سوال کے جواب میں مندرجہ ذیل اُمور پہ غور کرنا ہے۔

(۱) شیخ کے خیالات اور تصنیفات کے ہندوستان میں پہنچنے کے کیا کیا ذریعہ ہو سکتے تھے؟

(۲) شیخ اکبرؒ کا نام اور اُن کی تصانیف کے حوالے ہندوستان کے مذہبی لٹریچر میں کب سے ملتے ہیں؟

(۳) شیخ کے نظریات کا باقاعدہ اثر کب سے اور کن تصانیف میں محسوس ہوتا ہے؟

شیخ محی الدین بن عربیؒ کی امام فخر الدین رازیؒ سے بعض اہم نظریات پہ خط وکتابت ہوئی تھی[۱] امام رازیؒ کے متعلق ہمیں یہ معلوم ہے کہ سلطان شہاب الدین محمد غوری کے دربار سے اُن کا قریبی تعلق تھا۔ اور سلطان کے ہمراہ وہ ہندوستان بھی تشریف لائے تھے۔ ممکن ہے کہ امام رازیؒ کے ذریعہ ہندوستان میں شیخ اکبرؒ کا نام یا اُن کی تصانیف پہنچ گئی ہوں! لیکن یہ صرف قیاس ہے۔ شیخ اکبرؒ کے نظریات اور اُن کے نام کے ہندوستان میں پہنچنے کا حوالہ سب سے پہلے شیخ صدر الدین عارف سہروردیؒ کے ذکر میں ملتا ہے۔ سیر العارفین میں لکھا ہے

"بعد از وفات حضرت شیخ الاسلام (شیخ بہاء الدین ذکریا) چوں (عراقی) از ملتان عزیمت بیت اللہ نمود، از آنجا در روم رسید، در شہر قونیہ در آمد، آنجا شیخ صدر الدین قونوی خلیفہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ

[۱] شیخ اکبرؒ کے ایک خط کی نقل آصفیہ کتب خانہ حیدرآباد میں موجود ہے۔ یہ خط امام رازی کے نام ہے اس خط میں شیخ اکبرؒ نے عقل و وجدان، یا دل و دماغ کی صلاحیتوں پہ نہایت ہی پُر تاثیر گفتگو کی ہے۔ اور امام رازی کو بتایا ہے کہ "کار دین" استدلال سے ممکن نہیں۔ عقل انسانی کے ذرائع محدود ہیں۔ اُن پہ اعتماد کرنا درست نہیں۔ اُن کی رہنمائی میں انسان ارتقائی منازل طے نہیں کر سکتا۔ عقل، دل کو سکون نہیں پہنچاتی۔ وہ دماغ میں ہیجان پیدا کرتی ہے۔ اس کے بعد شیخ اکبرؒ نے امام فخر الدین رازی سے کہا ہے کہ وہ اپنے اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں کہ جب تیس سال کی محنت کے بعد ایک نتیجے پہ پہنچے تھے، لیکن عقل نے پھر ایک لمحہ میں ایک شبہ پیدا کر کے ساری عمارت گرا دی۔

قدس سرہٗ بود، چندگاہ در صحبت ایشاں گزرانید و نسخہ لمعات مذکور در قونیہ تصنیف فرمودہ است وازانجا کتابے متضمن کلمات ونکات عرفان بجانب شیخ الاسلام صدر الدین عارفؒ نوشتہ کہ مارا آلان بعونی صحبت افتاد کہ کلماتش ایں است، ..... در ایامے کہ شیخ فخر الدین عراقی در قونیہ آمد اول بہ صحبت شیخ نور الدین جندی رسید کہ او نیز از مریدان کبار شیخ محی الدین ابن عربی است و باتفاق او حضرت شیخ صدر الدین قونوی را دریافت و نسخہ فصوص در صحبت ایشاں مطالعہ کرد چنانچہ در فصوص، بیست وہشت فص است، او نیز در لمعات بیست وہشت لمعہ نوشت[۱]۔

شیخ صدر الدین عارفؒ نے ۷۰۹ھ میں وصال فرمایا تھا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس سے قبل شیخ اکبرؒ کا نام اور نظریات ہندوستان پہنچ گئے تھے۔

شیخ اکبرؒ کی تصانیف کے ہندوستان میں پہونچنے کے سلسلہ میں تاریخ فرشتہ کی ایک عبارت بھی قابل غور ہے ــــــــ لکھتا ہے:-

"شیخ نظام الدین اولیاء جامع علوم ظاہری و باطنی بودہ، پیوستہ دل انوار منزل را بہ کتب معتبرہ تصوف مثل فصوص الحکم و مواقع النجوم و شرح آنہا مشغول میداشت[۲]"

سیر العارفین کی جو عبارت اس سے قبل درج کی گئی اس سے یہ تو ظاہر ہے کہ شیخ عارفؒ کے زمانہ میں کم از کم شیخ اکبرؒ کا نام اور اُن کے نظریات ہندوستان پہنچ گئے تھے۔ شیخ عارفؒ کا انتقال ۷۰۹ھ

---

[۱] سیر العارفین۔ ص ۱۰۹ [۲] شیخ عارفؒ، سہروردیہ سلسلہ کے مشہور بزرگ تھے۔ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے اُن کا ذکر اخبار الاخیار میں نہایت تفصیل سے کیا ہے (ص ۶۳-۶۱) انھوں نے شیخ عارفؒ کے بعض ملفوظات بھی نقل کئے ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ اکبرؒ کے نظریات سے وہ بھی متاثر ہوتے تھے مثلاً فرمایا کرتے تھے ــــــــ

"آرزوئے بہشت و خوف دوزخ در دل نیار و جز بحق قرار نگیرد ......" ص ۶۲

مولانا شاہ حسن میاں صاحب بن شاہ محمد سلیمان پھلواروی، تذکرہ حضرت ابو النجیب عبد القاہر السہروردی میں لکھتے ہیں ــــــــ واضح رہے کہ حضرت شیخ کے بعد حضرت کے سلسلے کے جتنے اکابر گذرے ہیں وہ سب وحدت وجود کا مسلک رکھتے تھے۔ سوائے حضرت علاء الدولہ سمنانی کے ......" ص ۱۱۵

[۲] تاریخ فرشتہ۔ ج ۲ ص ۳۹۱۔

میں ہوا تھا۔ شیخ نظام الدین اولیاءؒ نے ۷۲۵ھ میں وصال فرمایا۔ ہو سکتا ہے کہ ان ۱۲ سال کی مدت میں شیخ اکبرؒ کی کتاب فصوص الحکم بھی ہندوستان آگئی ہو۔ لیکن میں فرشتہ کا یہ بیان تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ فصوص الحکم، شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے مطالعہ میں رہتی تھی۔ شاید قرون وسطیٰ کے کسی صوفی بزرگ کے متعلق ہمارے پاس اتنا مواد نہیں ہے جتنا شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے متعلق ہے۔ اُن کے معاصر ملفوظ نگار۔ میر حسنؒ اور میر خوردؒ نے اُن کی زندگی کا ہر ہر گوشہ روشن کر دیا ہے۔ انھوں نے کسی جگہ شیخ اکبرؒ یا فصوص الحکم کا ذکر نہیں کیا۔ یہاں فرشتہ نے یہ بات قیاساً لکھدی ہے۔ بہرحال سلطان فیروز تغلق کے عہد میں (۷۹۰ - ۷۵۲) شیخ اکبرؒ کی تصانیف ہندوستان میں خوب اچھی طرح پھیل گئی تھیں، اس کا ثبوت مسعود بیک کی مراۃ العارفین اور شیخ ہمدانی کی شرح فصوص الحکم ہے۔

مسعود بک پر شیخ اکبرؒ کے نظریات کا اثر | مسعود بک، سلطان فیروز تغلق کے رشتہ داروں میں تھے جذبۂ الٰہی غالب آیا اور لباس غنا کو ترک کر کے درویشی اختیار کرلی۔ شیخ محدثؒ نے اُن کو شیخ رُکن الدین بن شیخ شہاب الدین امامؒ کا مرید بتایا ہے[1]۔ محمد غوثی نے گلزار ابرار میں ان کو شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کا مرید بتایا ہے[2]۔ انھوں نے اپنی یادگار ایک دیوان اور ایک کتاب مرآۃ العارفین چھوڑی ہے۔ ان دونوں میں گفتگو کا عنوان وحدت الوجود ہے۔ لفظ لفظ پکار کر کہتا ہے کہ میں جس کی زبان سے نکلا ہوں وہ امام اکبرؒ کے رنگ میں رنگا جا چکا ہے مرآۃ العارفین کا دیباچہ ملاحظہ ہو ——

"لسان وقت ناطق است دمین غیب شاہد ما غائباں حاضر یم و حاضراں غائب ازاں روے
کہ ما نیم پیدا نہ ایم وازاں روے کہ ما نہ ایم ہویدا ایم اگر کشف رموز غیب جوئی مارا مگوئی[3]"

اس کتاب میں جس جس جگہ حقیقت روح، من عرف نفسہ فقد عرف ربہٗ وغیرہ پر گفتگو کی ہے وہاں شیخ اکبرؒ کے اثرات کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے۔ شیخ محدثؒ نے اُن کے متعلق لکھا ہے ——

[1] اخبار الاخیار۔ ص ۱۹۹۔ [2] گلزار ابرار۔ ص ۱۹۱ب۔ [3] مراۃ العارفین (قلمی نسخہ)

"دے از مستان بادۂ وحدت و خم شکنان خمخانۂ حقیقت است، سخن مستانہ می گوید، در سلسلہ چشتیہ ہیچ کس ایں چنیں اسرارِ حقیقت فاش نگفتہ دستی نکردہ کہ او کردہ، بگویند آتش او بجدے گرم بود کہ اگر بر دست کسے می افتاد می سوخت"[1]

حضرت میر علی ہمدانیؒ کی شرح فصوص الحکم

حضرت میر سید علی ہمدانیؒ کشمیر کے سب سے زیادہ ممتاز صوفیاء میں ہیں۔ ۷۱۴ھ/۱۳۱۴ء میں ایران میں پیدا ہوئے تھے۔ ۷۸۱ھ/۱۳۷۹ء میں وطن چھوڑ کر کشمیر آ گئے تھے اور وہیں ۷۸۶ھ/۱۳۸۴ء کو وصال فرمایا تھا۔ شیخ ہمدانی کثیر التصانیف بزرگ تھے۔ انھوں نے فصوص الحکم کی شرح عربی میں لکھی تھی۔ اس شرح کا ایک نادر نسخہ سجادہ نشین گولڑہ شریف کے پاس ہے[2]۔ یہ غالباً فصوص الحکم کی پہلی شرح ہے جو ہندوستان میں لکھی گئی ہے۔

حضرت میر ہمدانی کی بعض مشہور تصانیف یہ ہیں:-

مجمع الاحادیث۔ شرح اسمائے حسنیٰ۔ مرآۃ التائبین۔ ذخیرۃ الملوک۔

ابو المحاسن شرف الدین دہلوی کی شرح فصوص الحکم

ابو المحاسن شرف الدین دہلویؒ (المتوفی ۷۹۵ھ/۱۳۹۲ء) نے فصوص الحکم کی شرح عین الفصوص شرح الفصوص کے نام سے لکھی تھی۔ اس کا ایک قلمی نسخہ آصفیہ کتب خانہ حیدر آباد میں ہے۔ (ج اص نمبر ۲۷۶)

حضرت سید محمد گیسو درازؒ اور شرح فصوص الحکم

حضرت سید محمد گیسو درازؒ (۸۲۵ھ/۱۴۲۱ء) حضرت چراغ دہلویؒ کے خلیفہ تھے۔ بقول مولانا سید سلیمان ندوی صاحب اُن کو چشتیہ سلسلہ کا "سلطان قلم" کہا جا سکتا ہے۔ مشہور ہے کہ انھوں نے فصوص الحکم کی ایک شرح لکھی تھی۔ اُن کے ملفوظات جوامع الکلم میں شیخ اکبرؒ کا متعدد جگہ ذکر ہے۔ اُن کی ایک کتاب آداب پیر و مرید کے کئی موقعوں

---

[1] اخبار الاخیار۔ ص ۱۲۹ [2] ڈاکٹر زبید احمد صاحب نے اپنی کتاب

The Contribution of India to Arabic Literature

میں اس کتاب کو معدوم بتایا ہے۔ سجادہ نشین درگاہ گولڑہ شریف کے پاس جو قلمی نسخہ ہے وہ حال ہی میں علی گڈھ سے گولڑہ پہنچا ہے

پر حوالے ہیں۔[۱]

شیخ علی پیر و مہائمی کی شرح فصوص الحکم | شیخ علی پیر و ابن شیخ احمد مہائمی (المتوفی ۸۳۵ھ) ہندوستان کے نہایت ہی مایۂ ناز علماء میں ہیں۔ مولانا حکیم سید عبد الحئی مرحوم، یاد ایام میں اُن کے متعلق لکھتے ہیں

"میرے نزدیک ہندوستان کے ہزار سالہ دور میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے سوا حقائق نگاری میں اُن کا کوئی نظیر نہیں"[۲]

شیخ اکبرؒ کی تصانیف پر اُن کو ایسا عبور تھا کہ بقول حکیم سید عبد الحئی مرحوم، اُن کو "ابن عربی ثانی" کہا جاسکتا ہے[۳] فصوص الحکم سے متعلق انھوں نے دو کتابیں لکھی تھیں ——— مشرح الخصوص فی شرح الفصوص لابن العربی ——— فصوص النعم فی شرح فصوص الحکم

اُن کی شرح کی خوبی بقول شیخ عبد الحق محدث دہلوی یہ تھی کہ

"دراں در تطبیق ظاہر و باطن کوشیدہ"[۴]

شیخ اکبرؒ سے اُن کو اس قدر تعلق تھا کہ یہ سن کر کہ یمن میں ایک عالم شیخ کی مخالفت کرتا ہے، انھوں نے یمن کا سفر کیا تاکہ اس عالم کو شیخ کے نظریات سمجھائیں[۵]

شیخ مہائمی کی دو اور مشہور کتابیں تفسیر تبصرۃ الرحمٰن اور زوارف شرح عوارف المعارف ہیں تفسیر تبصرۃ الرحمٰن کو حضرت مجدد صاحبؒ انتہائی ناپسند کرتے تھے بظاہر اس کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ شیخ مہائمی نے اپنے نظریات کی روشنی میں قرآن پاک کی تفسیر کی ہوگی۔

شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ کی شرح فصوص الحکم | حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ چشتیہ صابریہ سلسلہ کے مشہور بزرگ تھے۔ شیخ محدث نے اُن کی ساری خوبیوں کو ایک جملہ میں بیان کر دیا ہے۔

"صاحب علم و عمل و ذوق و حالت و حلاوت وجد و سماع"[۶]

شیخ اکبرؒ کے نظریات کا اُن پر بہت گہرا اثر تھا۔ محمد غوثی کا بیان ہے کہ شیخ گنگوہی نے فصوص

[۱] جوامع الکلم، مطبوعہ حیدرآباد۔ ص ۲۱۱-۲۱۲ [۲] یادِ ایام۔ ص ۵۲ [۳] ایضاً ص ۵۲ [۴] اخبار الاخیار [۵] گلزار ابرار [۶] اخبار الاخیار

کی ایک شرح لکھی تھی۔[1] یہ شرح جہاں تک مجھے معلوم ہے اب دستیاب نہیں ہوتی۔

شیخ عماد الدین عارف کی شرح الفصوص | شیخ عماد الدین محمدؒ عارف العثمانی المعروف بہ عبد النبی شطاری آگرہ کے مشہور بزرگ شیخ عبداللہ شطاریؒ[2] کے مرید تھے۔ انھوں نے فصوص الحکم کی شرح "شرح الفصوص" کے نام سے لکھی تھی۔

شیخ علی اصغر قنوجی کی شرح الفصوص | شیخ علی اصغر (۱۰۵۱-۱۱۴۰ھ) قنوج کے مشہور علماء میں تھے حدائق الحنفیہ میں لکھا ہے "فقہ۔ حدیث۔ تفسیر۔ صرف۔ نحو۔ منطق۔ معانی میں وحید العصر، فرید الدہر تصوف و سلوک میں امام وقت تھے۔"[3] انھوں نے فصوص الحکم کی شرح ـــــ "جوامع الکلم فی شرح فصوص الحکم" ـــــ کے نام سے لکھی تھی اس کا ایک نادر نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانہ میں ہے (نسخہ نمبر ۱۲۷) شیخ قنوجی کی بعض مشہور تصانیف یہ ہیں ـــــ "ثواقب التنزیل" ـــــ "تبصرۃ المدارج"

محمد افضل الہ آبادی کی شرح فصوص | شیخ محمد افضل الہ آبادی (۱۰۳۸-۱۱۲۴ھ) میر سید محمد کالپی کے مرید تھے۔ انھوں نے فصوص الحکم کی شرح لکھی تھی جو اُن کے زمانہ میں بہت پسند کی گئی تھی۔ اب یہ شرح نایاب ہے۔

شیخ نور الدین احمد آبادی کی شرح | شیخ نور الدین (۱۰۶۴-۱۱۵۵ھ) کا شمار گجرات کے مشاہیر علماء میں ہوتا تھا۔ حکیم سید عبد الحئی مرحوم اُن کے متعلق لکھتے ہیں "علامہ وجیہہ الدین کے بعد گجرات میں باعتبار درس و تدریس اور کثرتِ تصنیفات کے اُن سے بڑھ کر کوئی نہیں ہوا" آزاد بلگرامی نے لکھا ہے ـــــ

"زیادہ بر یکصد و نیجاہ تصنیف صغیر و کبیر در سلک تحریر کشید[4]"

انھوں نے فصوص الحکم کی ایک شرح ـــــ "طریقۃ الامم فی شرح فصوص الحکم" لکھی تھی۔ اُن کی مشہور تصانیف کی فہرست یاد ایام[5] اور حدائق الحنفیہ[6] میں درج ہے۔

---

[1] گلزار ابرار [2] گلزار ابرار [3] ص ۴۳۸ [4] یاد ایام۔ ص ۶۲ [5] مآثر الکرام طبع ۱۹۱۰ء ص ۲۲۱ [6] ص ۶۲
ص ۴۴۳

سید عبد الاول دولت آبادی کی شرح فتوحات | سید عبد الاول دولت آبادی، ہندوستان کے سب سے پہلے عالم ہیں جنہوں نے صحیح البخاری کی شرح (فیض الباری) لکھی ہے۔ شیخ محدث نے اُن کے متعلق لکھا ہے

"دانش مند بود جامع جمیع علوم عقلی و نقلی و رسمی و حقیقی"[1]

حضرت ابن عربیؒ کی تصانیف پر اُن کا عبور ضرب المثل تھا۔ گلزار ابرار کے مصنف نے لکھا ہے۔

"شیخ محی الدین ابن عربی کی فتوحات میں خطبہ سے لے کر خاتمہ تک جو دشواریاں تھیں اُن کو مطالعہ کے زور سے حل کیا تھا۔ اور حاشیے اور تعلیقات لگا کر صاحبان استعداد کے واسطے آسان کر دیا تھا"[2]

شیخ محب اللہ الہ آبادی کی شرح فصوص الحکم | شیخ محب اللہ الہ آبادی (المتوفی ۱۰۵۸ھ) اپنے زمانہ کے مشہور علماء و مشائخ میں تھے۔ حضرت شیخ محی الدین ابن العربیؒ کی تصانیف پر اُن کے عبور کا یہ عالم تھا کہ

"تحقیقات و تدقیقاتش در علم تصوف بدرجہ اجتہاد رسیدہ بلکہ می رسد کہ شیخ ابن العربی را شیخ اکبر و دے را شیخ کبیر گویند"[3]

انھوں نے فصوص الحکم کی شرح عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں لکھی تھی۔

بحر العلوم کی شرح فصوص الحکم | ملا عبد العلی بحر العلوم (المتوفی ۱۲۳۵ھ / ۱۸۱۹ء) کا شمار ہندوستان کے نہایت ہی عظیم المرتبت علماء میں کیا جاتا ہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی صاحب فرماتے ہیں۔

"ملا نظام الدین کے مشہور صاحبزادے ملا عبد العلی ہیں۔ جن کے دم سے یہ چشمۂ فیض بڑھ کر دریائے فیض بن گیا۔ اور دنیا نے اُن کو بحر العلوم کہہ کر پکارا۔ یہ دریا لکھنؤ سے نکل کر بریلی اور رامپور سے ہوتا ہوا، خلیج بنگال کے پاس بوہار پہنچا اور وہاں سے مدراس ہو کر بحر ہند کے کناروں سے مل گیا"[4]

انھوں نے فصوص الحکم کی شرح "شرح الفص النوحی من فصوص الحکم" کے نام سے لکھی تھی۔ اس کا ایک نادر نسخہ رامپور کے کتب خانہ میں موجود ہے (نمبر ۴۸۴۳) ان مشروحوں کے علاوہ بعض اور

[1] اخبار الاخیار۔ ص ۲۵۴ [2] گلزار ابرار۔ ص ۲۰۵ [3] تذکرہ علمائے ہند [4] حیات شبلی۔ ص ۲۱

شرحیں بھی ہندوستان میں لکھی گئی تھیں۔

مثلاً شیخ عبدالکریم لاہوری کی فارسی شرح الفصوص، مولوی احمد حسین کانپوری کی فارسی شرح یا اُردو میں عبدالغفور دوستی، مولوی سید مبارک علی، اور مولوی عبدالقدیر صاحب حیدرآبادی کے فصوص الحکم کے ترجمے۔ ظاہر ہے کہ ایک مضمون میں ان سب شرحوں کا ذکر ممکن نہیں یہاں صرف چند اہم شرحوں کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہے۔

مسئلہ وحدت الوجود پر لٹریچر | شیخ اکبرؒ کی تصنیفات پر شرحوں کے علاوہ اُن کے نظریہ وحدت الوجود پر ہندوستان میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ بعض اہم کتابیں یہ ہیں۔

(۱) شرح التوحید ۔ شیخ علی مہائمی ۔ قلمی نسخہ انڈیا آفس میں ہے ۔ (نمبر ۱۳۶۲)

(۲) الرسالہ فی اثبات الاحدیہ شیخ امان اللہ پانی پتی۔ (آصفیہ کتبخانہ حیدرآباد میں قلمی نسخہ ہے ۱۳۶۲ع)

(۳) کتاب الوحدۃ ۔ صبغۃ اللہ بن روح اللہ حسینی گجراتی

(۴) عقائد الموحدین ۔ شیخ عبدالکریم بن مخدوم الملک عبداللہ

(۵) عقائد الخواص ۔ شیخ محب اللہ الہ آبادی۔

(۶) رسالہ فی مسئلہ وحدت الوجود۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔

(۷) الروض المجود فی تحقیق الوجود۔ امام فضل حق خیرآبادی۔

(۸) رسالہ الہامات الوجود ۔ شیخ محمد تھانوی

(۹) ریاض القدس ۔ شاہ نظام الدین بلخی وغیرہ وغیرہ

ہندوستان میں شیخ اکبرؒ کے نظریات اور کتابوں کے سلسلہ میں مشائخ کی احتیاط | ہندوستان کے مشائخ اور صوفیاء نے شیخ اکبرؒ کے نظریات اور تصنیفات کا بڑا پرجوش خیر مقدم کیا تھا۔ چشتیہ سلسلہ کے مشائخ کا وحدت وجود پر ایمان تھا۔ لیکن اس تمام عقیدت اور ارادت کے باوجود وہ عوام کو اس کے مطالعہ کی دعوت دینا مناسب نہ سمجھتے تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ وحدت الوجود کی کل گفتگو اس قدر نازک ہے کہ عوام اس کو پوری طرح نہیں سمجھ سکتے اور ایسی صورت میں گمراہی اور بے دینی کا پیدا ہو جانا لازمی

امر ہے۔ شاہ نور محمد صاحب مہاروی جن کا وحدت الوجود پر ایمان راسخ تھا، فرمایا کرتے تھے

"بر امم ماضیہ کہ حوادث واقع می شدند محض برائے اظہار وحدت وجود[1]"

چنانچہ اس خیال کے پیش نظر مشائخ نے جو احتیاطیں برتیں وہ یہ تھیں۔

(۱) مشائخ نے اس مسئلہ پر (یعنی وحدت وجود پر) گفتگو کی سخت ممانعت کردی تھی۔ شاہ کلیم اللہ صاحب شاہ جہاں آبادیؒ ایک مکتوب میں اپنے خلیفہ شیخ نظام الدین اورنگ آبادی کو ہدایت کرتے ہیں۔

"مسئلہ وحدت وجود را پیش ہر آشناو بیگانہ نخواہید بر زبان آورد[2]"

حافظ محمد علی صاحب خیرآبادیؒ اس معاملہ میں اتنی سختی برتتے تھے کہ وحدت وجود پر گفتگو کو "الحاد و زندقہ" کہا کرتے تھے[3] یاد رہے کہ وحدت الوجود پر اُن کا ایمان کامل تھا۔

(۲) ہر کس و ناکس کو شیخ اکبرؒ کی کتابوں کے مطالعہ کی اجازت نہ ملتی تھی۔ خیال کیا جاتا تھا کہ جب تک فصوص الحکم کی قرأت کسی "صاحب نظر" بزرگ کے سامنے نہ کی جائے اس کا سمجھنا دشوار ہے۔ محمد غوثی کے ایک بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فصوص الحکم کو پڑھانے کے لئے باقاعدہ سند حاصل کی جاتی تھی[4]۔ خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ نے اپنے ایک مرید کو فصوص الحکم کا درس اپنا حجرہ بند کراکر دیا تھا۔

(۳) فصوص الحکم کی زیادہ تر شرحیں عربی میں لکھی گئی ہیں۔ میرے خیال میں علماء و مشائخ نے عربی کا انتخاب بھی مصلحتاً کیا تھا وہ عوام کو اس نازک گفتگو میں شریک کرنا نہیں چاہتے تھے شاہ فخرالدین صاحب دہلویؒ نے فصوص کی شرح فارسی میں اسی لیے نہیں لکھی کہ عوام اس کو ٹھیک طرح نہ سمجھ سکیں گے پھر غلط فہمی پیدا ہوگی۔

(۴) مشائخ، فصوص الحکم کا درس دینے سے اس لئے بھی گریز کرتے تھے کہ اُن کی نظر میں فصوص کا معاملہ دماغ سے نہیں دل سے تھا۔ اس کو مطالعہ کرنا ایک کیفیت کو اپنے اوپر طاری کرنا تھا۔

---

[1] مناقب المحبوبین۔ ص ۷۹ [2] مکتوبات کلیمی ص ۸۴ [3] مناقب حافظیہ۔ ص ۱۵۵ [4] گلزار ابرار۔ ص ۵۳۴

خواجہ یعقوب بن خواجہ بن خواجگی (۹۰۵ھ) کا طرزِ عمل اس کو پوری طرح واضح کرتا ہے۔ گلزار میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ قاضی کمال الدین نے خواجہ سے نصوص الحکم کا درس دینے کی درخواست کی، فرمایا اس کے واسطے پڑھانے والے، پڑھنے والے یا شاہ وقت، تینوں میں سے ایک کو کو اپنی جان دینی پڑتی ہے۔

میرا خیال ہے کہ شیخ اکبرؒ کی کتابیں جو ہندوستان میں مثنوی رومیؒ اور تصانیف حضرت امام غزالیؒ کی طرح ہر کس و ناکس کے مطالعہ میں نہیں رہیں اس کی وجہ زیادہ تر علماء و مشائخ کی یہ پابندی ہی تھیں۔ انھوں نے شیخ اکبرؒ کے فلسفۂ وحدت الوجود کو عوام کی فہم سے بالاتر سمجھ کر، ان کو اس میں شریک نہیں کیا۔ خود وہ اپنے لئے وحدت الوجود پر اعتقاد کو ایمان کا لازمی جزو سمجھتے تھے۔ لیکن عوام کے لئے اس کو سم قاتل۔

مسئلہ وحدت الوجود پر عوام سے گفتگو | ان تمام پابندیوں کے باوجود، بعض مشائخ اور صوفیاء نے شیخ اکبرؒ کے نظریات اور مسئلہ وحدت الوجود پر عوام سے گفتگو کرنی شروع کر دی۔ سب سے پہلے ہندوستان میں جس بزرگ نے وحدت الوجود کو عام گفتگو کا مبحث بنایا وہ مسعود بک تھے — یہ فیروز تغلق کا زمانہ تھا۔ عوام کو اس گفتگو میں شریک کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ "انا الحق" کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ سلطان فیروز تغلق نے فتوحات فیروز شاہی میں ایسے چند لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک شخص احمد بہار کے متعلق لکھا ہے —

"وطائفہ از بہار اورا خدا می گفتند"[۱]

پھر گجرات کے ایک شخص کے متعلق لکھا ہے —

"کلمۂ انا الحق می گفت"[۲]

جاہل انسانوں سے ان ہی صداؤں کا اندیشہ تھا جس کی وجہ سے مشائخ اسلام نے مسئلہ وحدت وجود پر بحث کرنے کی ممانعت کی تھی۔ ان حالات میں اسلامی سوسائٹی کا شیرازہ منتشر ہو جانا لازمی امر

[۱] فتوحات فیروز شاہی۔ ص ۸ [۲] ایضاً۔

اسلامی سوسائٹی کی اساس و بنیاد شریعت ہے۔

فیروز شاہ نے ان حالات میں شریعتِ اسلامیہ کی پاسبانی کا حق ادا کیا اور اس قسم کے لوگوں کو سخت سزائیں دیں۔

پھر کچھ عرصے کے بعد حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کا دور شروع ہوا۔ انھوں نے بھی شیخ اکبرؒ کے نظریات پر برسرِ عام گفتگو کی۔ اپنے مکتوبات میں حالانکہ انھوں نے یہ لکھا ہے کہ اس مسئلہ کے لکھنے کا سبب مسلمانوں کی غفلت تھی لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس کا اثر عوام پر کچھ اچھا نہ پڑا۔ خود شیخ گنگوہی بڑے عظیم المرتبت بزرگ تھے انھوں نے سینکڑوں گمراہیوں کا سدباب کیا اور وحدت الوجود پر عوام میں گفتگو سے جو خرابیاں پیدا ہو سکتی تھیں اُن کا بھی ازالہ کیا۔ لیکن اُن کے بعد ایک عام مذہبی انتشار پیدا ہوگیا۔ شیخ اکبرؒ کی کتابیں مشائخ کے ہاتھ سے نکل عوام تک پہنچ گئیں۔ محمد غوثیؒ نے دولت خاں لودی کے لڑکے کا واقعہ لکھا ہے کہ وہ شیخ اکبرؒ کی ایک عبارت کا مفہوم سمجھنے کے لئے سید احمدؒ افغان کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔[۱]

شیخ امان اللہ پانی پتیؒ دوسرے عظیم المرتبت بزرگ ہیں جنھوں نے شیخ اکبرؒ کے نظریات پر عوام سے گفتگو کی۔ انھوں نے اسرارِ حقیقت کو فاش کرنے کا بیڑا اُٹھایا تھا۔ گلزار ابرار کا مصنف لکھتا ہے ـــ

"وحدت وجود کے بارہ میں آپ کی تحقیقات سے شیخ محی الدین بن عربیؒ کا زمانہ یاد آتا تھا۔ فصوص اور فتوحات وغیرہ کتبِ صوفیہ کی تمام مشکلات بآسانی بیان فرمایا کرتے تھے"[۲]

شیخ پانی پتیؒ پر "مشربِ توحید" اس طرح غالب تھا کہ اُن کی صحبت میں پہنچ کر اُن کے نظریات سے متاثر نہ ہونا تقریباً ناممکن تھا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے والد ماجد شیخ سیف الدین صاحبؒ جب اُن کی خدمت میں پہنچے تھے تو

"عالم از دوست بد دوست و ہمہ اوست"[۳]

---

۱ گلزار ابرار۔ ص ۱۵۵ ۲ گلزار ابرار ۳ اخبار الاخیار

کے نعرے لگانے لگے تھے۔

پھر شاہ محب اللہ الہ آبادیؒ کی خانقاہ وحدت الوجود کے نعروں سے گونج اٹھی۔ اورنگ زیب نے اُن کے بعض رسائل (مثلاً کتاب تسویہ) کو عوام کے لئے مضر سمجھ کر ضائع کرا دیا تھا۔

اٹھارویں صدی میں حضرت شاہ نیاز احمدؒ صاحب بریلوی نے ساری فضا کو "ہمہ اوست" کے ترانوں سے معمور کرا دیا۔ کچھ اشعار ملاحظہ ہوں ؎

؎ اگر کوئی جانے جہاں غیر حق ہے — سو میں اس کو دھو کا گماں دیکھتا ہوں
یہ جو کچھ کہ پیدا ہے سب عین حق ہے — کہ ایک بحر ہستی رواں دیکھتا ہوں

؎ صورت گل میں کھل کھلا کے ہنسا — شکل بلبل میں چہچہا دیکھا
شمع ہو کر کے اور پروانہ — آپ میں آپ کو جلا دیکھا
کر کے دعویٰ کہیں انا الحق کا — بر سر دار کھنچا دیکھا

چشتیہ سلسلہ کے اور بزرگ حاجی نجم الدین صاحبؒ شیخاواٹی نے بھی اسی انداز میں وحدت الوجود کے اسرار و رموز کو اپنی نظموں میں بیان کیا۔ راجپوتانہ میں شاید وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسرار حقیقت کو عوام کی زبان میں بیان کیا ہے۔

موجودہ زمانہ میں بھی چشتیہ سلسلہ کے ایک ایسے عظیم المرتبت بزرگ ہیں جن کو اس مسئلہ پر غضب کا عبور ہے۔ مولانا عبدالسلام صاحب نیازی نظامی دہلوی بڑے جید عالم اور مرتاض بزرگ ہیں۔ اُن کے استغنا میں متقدمین کی شان جھلکتی ہے۔ شیخ اکبرؒ کے نظریات اور مسئلہ وحدت الوجود پر ہر کس و ناکس سے گفتگو نہیں کرتے مجھے اس مسئلہ پر اُن سے کچھ سننے کی سعادت حاصل ہوئی ہے، عرفی نے

فتاد سامعہ در موجِ کوثر و تسنیم

شاید اسی موقع کے لئے کہا تھا

ردِ عمل یعنی شیخ اکبرؒ کے نظریات کی مخالفت | ہندوستان سے باہر تو شیخ اکبرؒ کے نظریات کی مخالفت

بہت پہلے شروع ہو گئی تھی، ہندوستان میں اس کی ابتدا حضرت مجدد الف ثانیؒ سے ہوتی ہے۔ شیخ مجددؒ نے اعلان کیا ——— "ہمیں فتوحات مکیہ کی ضرورت نہیں ہے، ہمیں فتوحات مدنی درکار ہیں" (مکتوبات)

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نظریات سے اُن کے معاصرین بے حد متاثر ہوئے۔ نقشبندیہ سلسلہ نے اُن کے بعد سے وحدت الشہود کو اپنا مسلک بنالیا اور وحدت الوجود کی تردید کو اپنے لئے لازمی سمجھنے لگے۔ شیخ مجددؒ کے بعد خواجہ محمد معصوم، خواجہ میر درد، مولوی غلام یحییٰ شاہ غلام علی صاحب، مولانا سید احمد شہید بریلویؒ وغیرہ نے شیخ اکبرؒ کے نظریات کی مخالفت نہایت شد و مد کے ساتھ کی

اعتدال پسند طبقہ | افراط و تفریط کے اس ہنگامہ میں کچھ مشاہیر ایسے بھی تھے جنہوں نے اس معاملہ میں اعتدال کی راہ پسند کی۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور شاہ عبدالعزیز صاحب ایسے ہی بزرگوں میں تھے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے استاد شیخ عبدالوہاب متقی نے اُن کو ہدایت کی تھی کہ فصوص الحکم کے واضحات سے محظوظ ہونا چاہئے اور مبہمات سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اس میں شکر بھی ہے اور زہر بھی۔ " مطلقاً از فوائداں محروم نشوند"

شیخ عبدالحق محدثؒ اسی مسلک پر تمام عمر قایم رہے۔ ایک خط میں وہ لکھتے ہیں کہ نہ فصوص الحکم کے اتباع و اعتقاد میں مبالغہ کرنا چاہئے اور نہ اُس کے انکار و رد میں۔

شیخ محدثؒ کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے جن کو اللہ تعالیٰ نے بڑی بالغ نظر عطا فرمائی تھی، ان متصادم نظریات میں تطابق کی کوشش کی۔ ان کی نظر میں شیخ اکبرؒ اور شیخ مجددؒ دونوں قابل تعظیم ہستیاں تھیں۔ فیصلہ الوحدت الوجود و شہود میں لکھتے ہیں کہ کل فرق صرف تشبیہ و استعارہ کا ہے ورنہ بنیادی طور پر شیخ اکبرؒ اور شیخ مجدد کا نظریہ ایک ہے۔